حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے فتاوی اور فیصلے

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی ☆

سیدنا حضرت علیؓ سید البشر' افضل الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پروردہ اور تربیت یافتہ' تحصیل علم اور کسب کمال کی فطری صلاحیت سے مالا مال تھے' مکتب نبوت سے جو فیض انہوں نے پایا وہ بہت کم لوگوں کا حصہ بن سکا۔

زبان نبوت نے خود اس بات کی گواہی دی اور فرمایا: تم میں سب سے بہتر فیصلے کرنے والے علی ہیں"۔ دو فریقوں کے درمیان نزاعات اور مقدمات کا صحیح فیصلہ کرنا اور واقعہ کی تہہ تک پہنچنا بہت مشکل کام ہے۔ اس وصف میں پوری جماعت صحابہ میں کوئی آپ کا ہم سر نہ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہت سے مواقع پر قضا کی خدمت آپ کے سپرد فرماتے۔ یمن کے لوگ جب اسلام لائے تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو وہاں کا قاضی بنا کر بھیجا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' جن پر فقہ حنفی کا مدار ہے اور جنھیں علماء نے فقیہ الامت کے لقب سے نوازا' وہ حضرت علیؓ ہی کے فیض یافتہ تھے۔

فہم قرآن اور اس کے نصوص سے احکام و مسائل کے استنباط کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ اکابر صحابہ مجمل و مشکل آیات قرآن کی توضیح و تشریح اور فقہی مسائل میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو بذات خود مجتہد اور امام فقہ تھے لیکن اس کے باوجود بہت سے اہم فقہی مسائل اور بعض پیچیدہ مقدمات میں حضرت علی سے رجوع کرتے تھے۔

اپنے دور خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب مسجد میں' یا کسی مجلس میں علی موجود ہوں تو خبردار نہ کوئی شخص فتوی دے اور نہ کسی جھگڑے کا فیصلہ

☆ صدر شعبہ علوم القرآن والحدیث' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد

کرے"۔

ان چند تمہیدی کلمات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے چند تاریخ ساز فتاوی اور فیصلے ہدیہ قارئین ہیں:

ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی سزا:

ایسا نص وارد نہیں ہوا جس میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لئے کوئی خاص سزا مقرر کی گئی ہو۔ اس لئے ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے گی یعنی قاضی (عدالت) ایسی سزا مقرر کرے گا جو اسے اور دوسروں کو اس قبیح حرکت سے روک دینے والی ہو۔

حضرت علیؓ "ذخیرہ اندوزی کے سخت خلاف تھے جو آپ کے اس قول سے کہ "احتکار کرنے والا گنہگار اور ملعون ہے' پوری طرح واضح ہے۔ اس لئے آپ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو سخت ترین سزائیں دیتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ فلاں تاجر نے ایک لاکھ درہم خرچ کر کے اشیا خوردنی کا ذخیرہ کر لیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ پورے ذخیرہ کو آگ لگا دی جائے۔

عبدالرحمن بن قیس سے روایت ہے: "حیش نے مجھے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواد کوفہ میں میرے کھلیانوں کو آگ لگا دی تھی جن میں میں نے اناج کا ذخیرہ کیا تھا' اس کا کہنا تھا کہ اگر یہ کھلیان بچ جاتے تو اسے اس قدر منافع ہوتا جس قدر اہل کوفہ کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے۔ (۱)

بنجر زمین کی آباد کاری

تعریف:

موات سے مراد ایسی اراضی ہیں جن سے کسی قسم کا بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا رہا ہو۔ اور احیا سے مراد ایسی اراضی کو ناکارہ پن سے نکال کر کار آمد بنانا ہے۔

کسی قسم کی بنجر اراضی کی آباد کاری جائزہ ہے؟

جس شخص کو کوئی بنجر زمین ہاتھ آئے تو اس کے لئے اسے آباد کرنا جائز ہے۔ ایسی زمین

کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ہوگی:

الف) یہ کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوگی۔ ایسی صورت میں اسے آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کے معاوضے میں کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر دوران خطبہ فرمایا کرتے تھے "لوگو! جس نے کوئی بنجر زمین آباد کی وہ اس کی ملکیت ہو گئی"۔۵۰۰)۔

ب) یہ کسی کی شخصی ملکیت تو ہو لیکن مالک کی عدم توجہی سے غیر آباد ہو گئی ہو۔ ایسی صورت میں اسلامی سلطنت کے کسی بھی شہری کے لئے اسے آباد کرنا جائز ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "میں ایک بنجر اور غیر آباد زمین پر گیا جس کے مالک اس کی آباد کاری کی اہلیت سے عاجز تھے میں نے اس زمین کو سیراب کرنے والی نہریں بنائیں اور فصل بو دی۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا " اس کی پیداوار کو مزے سے کھاو تم نے ایسا کر کے اصلاح کی ہے۔ فساد نہیں مچایا ہے، تم نے تعمیر کی ہے تخریب نہیں کی" حضرت علیؓ " نے قول باری تعالی کو دلیل بنایا ہے: ان الارض لله یورثها من یشاء من عباده (الاعراف ۔ ۱۲۸) (ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے، اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے) امام باقر کا قول ہے ۔ ہم نے حضرت علیؓ کے خط میں مندرجہ بالا آیت قرآنی کا آخری حصہ "والعاقبة للمتقین" (اور انجام کی بھلائی ان لوگوں کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں) بھی لکھا ہوا پایا ہے، اس میں یہ بھی درج ہے: "اگر کوئی شخص زمین کو چھوڑ کر اسے نقصان پہنچائے اور اس کے بعد کوئی اور مسلمان اسے لے کر آباد یا درست کرے تو وہ اس زمین کا اس شخص سے بڑھ کر حقدار ہوگا جو اسے چھوڑ گیا تھا"۔ (۲)

اختلاس: اچک لینا

تعریف:

کسی شخص کو ذرا غافل پا کر اس کی کسی چیز کو کھلم کھلا اچک کر لے بھاگنا اختلاس کہلاتا ہے۔

اس کی سزا:

اختلاس چوری نہیں ہے اس لئے اس فعل کے مرتکب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے جھپٹا مار کر کوئی چیز لے بھاگنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "یہ کھلم کھلا خباثت اور فساد ہے۔ اس میں قطع ید نہیں ہے" ایک شخص نے کسی کا کپڑا اچک لیا اسے پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا میں تو اس کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ تو اسے (کپڑے کے مالک کو) جانتا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا جس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ خلاسؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ جھپٹا مار کر چیز لے بھاگنے میں قطع ید کا حکم نہیں دیتے تھے، لیکن خفیہ طور پر کوئی چیز چرا لینے پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ (۳)

بغی: بغاوت سرکشی

تعریف:

مسلمانوں کے ایک گروہ کا جو طاقت و قوت والا ہو، امام (امیرالمومنین) کے خلاف اس عہدے سے اس کی علیحدگی کا مطالبہ لے کر اور اس مطالبے میں اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہونا بغی کہلاتا ہے۔ اگر اس گروہ کے پاس (افراد اور اسلحہ کی صورت میں) طاقت اور قوت نہ ہو تو یہ باغی نہیں کہلائے گا بلکہ معمول کے مجرموں کا گروہ ہوگا۔ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو زخمی کر دیا تھا تو آپ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے کہا تھا: "اگر میرے زخم ٹھیک ہو گئے اور میں بچ گیا تو پھر اس کے متعلق خود فیصلہ کروں گا اور اگر میری وفات ہو گئی تو اسے بھی تلوار کی ایک ضرب لگانا جس طرح اس نے مجھے لگائی تھی" حضرت علیؓ نے ابن ملجم کے ساتھ عادی معمول کے مجرم کا سلوک کیا تھا۔ (۴)

مسلمان باغی:

شریعت میں یہ طے شدہ امر ہے کہ مسلمان باغی امام وقت کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کی بغاوت کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی توجیہ موجود ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ احکام شرعیہ کی پامالی مقصود نہیں ہوتی، ایک شخص حضرت علیؓ سے آکر پوچھنے لگا کہ کیا جنگ جمل جنگ صفین اور جنگ نہروان میں آپ کے مخالفین کافر ہو گئے تھے؟ آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "وہ ہمارے بھائی تھے اور ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، ہم نے ان سے اس لئے جنگ کی کہ وہ اللہ کے حکم کی

طرف لوٹ آئیں" (۵)۔

اسی طرح خوارج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آیا وہ کافر ہو گئے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: "نہیں بلکہ وہ کفر سے بھاگے ہیں" پھر سوال ہوا کہ آیا یہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "منافقین اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں" (جب کہ خوارج ذکر اللہ کثرت سے کرتے ہیں) پھر پوچھا گیا کہ آخر یہ لوگ ہیں کیا؟ آپ نے جواب دیا یہ ایک گروہ ہے جو فتنے میں مبتلا ہو کر اندھا بہرہ بن گیا ہے اور ہمارے خلاف بغاوت کر کے ہم سے برسرپیکار ہو گیا پھر ہمیں بھی اس سے لڑنا پڑا" (۶)۔

باغیوں کے خلاف جنگ:

امام المسلمین پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو برقرار رکھنے اور ان کی صفوں کو انتشار سے بچانے کی خاطر باغیوں سے جنگ کرے تاکہ کوئی طالع آزما اللہ کے حکم سے فائز اور قانونی طور پر جائز حکمران کو اس کے عہدے سے ہٹانے کے لئے میدان میں نہ کود پڑے' اس لئے اگر امیر المومنین نے ان کے خلاف جنگ نہ کی تو وہ گنہ گار ہوگا۔ جنگ صفین کے دن جوشب الخیری نے حضرت علیؓ کو پکار کر کہا: "اے ابو طالب کے بیٹے' ہمارے پیچھا چھوڑو اور واپس چلے جاو' ہم تمہیں اپنے اور تمہارے خون کے تحفظ کے لئے اللہ کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہم عراق سے تمہارے لئے دست بردار ہوتے ہیں اور تم شام سے ہمارے حق میں دست بردار ہو جاو' اس طرح ہم سب مل کر مسلمانوں کے خون کو گرنے سے بچالیں گے۔ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا "اے ام ظلیم کے بیٹے' تم نے بڑی دور کی بات کہی بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے لئے اللہ کے دین کے معاملے میں مداہنت کی گنجائش ہے تو میں ضرور ایسا کر لیتا اور اس وقت میرے کندھے پر جو بوجھ ہے اس سے یہ کام ہلکا ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ قرآن والوں سے مداہنت اور خاموشی پر خوش نہیں ہوتا جب کہ اس کے احکام کی نافرمانی ہو رہی ہو" تاہم باغیوں سے قتال کے لئے دو شرطیں ہیں:

الف) اگر باغی ہتھیار اٹھالیں اور لوگوں کا خون بہانا شروع کر دیں' پھر بھی اگر وہ قانونی طور پر جائز امام پر صرف تنقید یا اس کی تکفیر کریں تو ان سے جنگ جائز نہیں ہاں اگر وہ ہتھیار بند ہو کر میدان میں آ جائیں اور خون بہانا شروع کر دیں تو ایسی صورت میں ان سے جنگ جائز

ہے۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابن جریج سے روایت کی ہے ' وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالکریم نے بتایا: "خارجیوں نے پہلے حضرت علیؓ سے جھگڑا کیا پھر ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان پر شرک کا الزام لگایا۔ حضرت علیؓ نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ پھر یہ لوگ مقام حروراء پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ کوفہ کو مستقر بنا کر جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں حضرت علیؓ نے سن کر فرمایا کہ انہیں نہ چھیڑو' پھر یہ لوگ وہاں سے نکل کر نہروان پہنچ گئے اور وہاں ایک ماہ ٹھہرے رہے۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے ان کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے کہا آپ نے جواب میں فرمایا "اس وقت تک نہیں جب تک وہ لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگیں مسافروں کو نہ لوٹیں اور امن کے لئے خطرہ نہ بن جائیں" آپ نے انہیں اس وقت تک کچھ نہیں کہا جب تک وہ قتل و غارت گری سے باز رہے۔ لیکن جب انہوں نے قتل و غارت شروع کر دی تو آپ نے ان کے خلاف جہاد کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ (۷)

ب) دوم: انہیں ترک بغاوت کی دعوت دی جائے امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل قبلہ یعنی مسلمانوں کے کسی مخالف گروہ سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جب تک انہیں مخالفت ترک کرنے کی دعوت نہیں دی آپ نے جنگ جمل سے پہلے اہل بصرہ سے خط و کتابت کی اور خوارج کی طرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ جا کر انہیں سمجھائیں اور انہیں پھر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اطاعت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیں کیونکہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی قانونی طور پر امیر المومنین تھے۔

(ج) امام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ باغیوں کے خلاف جنگ میں کسی کافر سے مدد لے ' کیونکہ ارشاد باری ہے ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا (النساء - ۱۴۱) (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کافروں کے غلبہ کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں نکالے گا)۔

(د) امام یا اس کے لشکر کے کسی سپاہی کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ باغیوں سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد سے جنگ کرے جو جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں چاہے وہ میدان جنگ سے فرار ہو رہے ہوں یا اپنے گھر بیٹھ رہے ہوں یا انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے

ہوں ۔ اسی طرح باغیوں کے زخمیوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے دن منادی کرا دی تھی کہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور کسی زخمی کو ہلاک نہ کیا جائے اگر کسی نے ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا تو امام اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کرے گا۔ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے موقعہ پر کچھ لوگوں کی دیت بیت المال سے ادا کی تھی جو بھاگتے ہوئے مارے گئے تھے (۸)

(ہ) باغیوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے امام کی نیت باغیوں کا خون بہانا نہ ہو' بلکہ انہیں بغاوت سے باز رکھنا اور دوبارہ مسلمانوں کے صف میں شامل کرنا ہو۔ اعور بن نیار المنقری نے واقعہ جمل کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے حضرت علیؓ سے بصرہ کی طرف کوچ کرنے کی غرض و غایت پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا تھا "حالات کا جائزہ لینا اور بغاوت کی آگ فرد کرنا' تاکہ تمام مسلمان بھائی پھر اکھٹے ہو جائیں اور امت کی پراگندگی دور ہو جائے (۹)

(و) امیر کے لئے باغیوں کے مکانات منہدم کرنا یا ان کی فصلیں تباہ کرنا یا ان کے درخت کاٹ ڈالنا جائز نہیں کیونکہ اس سے مسلمانوں کے علاقوں کو نقصان پہنچے گا۔

باغیوں سے چھینا ہوا مال:۔

(الف) امامت کے عہدے پر قانونی طور پر متمکن امام اور اس کے لشکر کے لئے باغیوں کے مال و اسباب میں سے صرف وہی مال لینا حلال ہے جو وہ میدان جنگ میں لے کر آئے ہوں ۔ رہا ان کا وہ منقولہ یا غیر منقولہ مال و اسباب جو وہ میدان جنگ سے باہر چھوڑ آئے ہوں تو اس میں سے کوئی بھی چیز لینا امام کے لئے جائز نہیں ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: "ان باغیوں کے گھروں میں جو مال و اسباب پڑا ہے وہ ان کا ہے اور جو کچھ وہ اپنے ساتھ تمہارے خلاف جنگ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ تمہارے لئے مال غنیمت ہے" (۱۰)

اسی بنا پر آپ نے اہل نہروان اور اہل بصرہ کی لشکر گاہوں کے مال و اسباب کو بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا تھا اور اس کے ماسوا کسی چیز سے تعرض نہیں کیا تھا۔ (۱۱) ایک شخص ایک قیدی کو پکڑ کر آپ کے پاس لایا تو آپ نے اس سے فرمایا: "تم اس کا ساز و سامان لے لو"۔ (۱۲)

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کے گھروں میں رکھے ہوئے مال و اسباب سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کرتے اور انہیں ان کے

مالکوں کے قبضے میں رہنے دیتے ہیں ۔ صرف خراج کی وہ رقم جو بصرہ کے بیت المال میں تھی اسے لے کر سرکاری خزانے میں داخل کر دیتے ہیں جہاں تک فوج کا معاملہ تھا تو اسے پوری طرح قابو میں رکھنا بہت مشکل تھا کیونکہ فوج کے بہت سے سپاہی ایسے تھے جو امیر کی حکم عدولی کرتے ہوئے اپنی من مانی کرتے تھے ۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں پر قابو پانے کے بعد یہ اعلان کر دیتے تھے کہ جو شخص بھی اپنی کوئی چیز امام کی فوج کے کسی شخص کے ہاتھ میں دیکھے وہ اس سے لے لے۔ جنگ جمل کے بعد یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک شخص نے اپنی ہانڈی حضرت علیؓ کی فوج کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں دیکھی جو اسے اس شخص کے گھر سے ملی تھی اور جسے وہ کھاپکانے کی غرض سے لے آیا تھا۔ مالک نے اپنی ہانڈی کی شناخت کر کے اس شخص سے واپس لے لی (۱۳)

نہروان کی جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے اہل نہروان کے گھروں سے حاصل کردہ تمام چیزوں کی باقاعدہ تشہیر کرائی چنانچہ تمام لوگوں نے اپنی اپنی چیزیں واپس لے لیں ۔ صرف ایک ہنڈیا رہ گئی جس کا کوئی مالک تشہیر کے باوجود پیدا نہ ہوا ۔ اگر مال ایسا ہوتا جس کا مالک مارا جا چکا ہوتا تو آپ وہ مال اس کے ورثاء کو دے دیتے ۔ ابن حزم" نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کسی مقتول کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ (۱۴)

(ب) باغیوں کے قیدی مرد اور عورتیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغیوں کے کسی گرفتار شدہ قیدی کو قتل کر دینا یا اسے غلام یا لونڈی بنالینا حلال نہیں جانتے تھے۔

۳) اسی طرح ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جنگ جمل کے بعد عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کے سلسلے میں لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا: "یہ کیا بات ہوئی کہ ان کا خون بہانا تو حلال ہے لیکن ان کا مال و اسباب لے لینا حلال نہیں ہے"؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس اعتراض کی خبر ملی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: "تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ ام المومنین عائشہ "اس کے حصے میں آئیں!" یہ سن کر تمام لوگ خاموش ہو گئے۔ (۱۵)

باغیوں کے ہاتھوں تلف ہونے والی اشیاء کا تاوان:

جنگ کے دوران باغیوں کے ہاتھوں جو جانی یا مالی نقصان ہوا ہو اس کا کوئی تاوان نہیں۔

اسی طرح باغیوں کے ہاتھ آیا ہوا مال بھی تاوان سے مستثنیٰ ہے ۔ کیونکہ ان پر تاوان ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں امیر کی اطاعت کی طرف لوٹنے سے متنفر کر دیا جائے ' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے بصرہ کو باغیوں سے چھین کر اس پر قبضہ کر لیا تو آپ نے ان سے خراج وغیرہ کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جس پر ان باغیوں نے پہلے قبضہ کر لیا تھا۔ (۱۶)

مقتول باغیوں کی نماز جنازہ:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اہل حق کے خلاف جنگ میں قتل ہونے والے باغیوں کی نماز جنازہ امام المسلمین پڑھائیں گے ۔ جنگ جمل کے دن طرفین کے مقتولین کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی تھی۔ (۱۷)

کوڑے لگانا

کوڑے لگانے والا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوڑے مارنے کے لئے ایسا آدمی منتخب کرتے تھے جو نہ بہت طاقتور ہوتا اور نہ ہی کمزور قسم کا مریل انسان' تاکہ اس کی ضرب درمیانے درجے کی ہو۔

کوڑا:

آپ درمیانے درجے کا کوڑا منتخب کرتے جو نہ بہت ہی سخت ہوتا اور نہ بہت ہی نرم ۔ ایک شرابی آپ کے پاس لایا گیا' آپ نے اس کے لئے تین کوڑوں میں سے درمیانے درجے کا کوڑا منگوایا۔ اس میں پھل لگے ہوئے تھے ۔ آپ نے اس سے پھل اتروا کر اسے دو پتھروں کے درمیان زور زور سے مارا پھر اسے ایک شخص کے حوالے کر کے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جسم کے ہر عضو کو اس کا حصہ ملنا چاہئے۔

کوڑے مارنے کی کیفیت:

(الف) قاذف (زنا کا الزام لگانے والا) کے سوا کسی کوڑے کھانے والے کے جسم سے کپڑے اتارے نہیں جائیں گے اور نہ ہی زیر جامہ اگرچہ وہ روئی دار کیوں نہ ہو۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا: "قاذف سے چادر نہیں اتاری جائے گی" آپ نے ایک شخص کو کسی حد میں بٹھا کر کوڑے لگائے اور اس کے جسم پر قسطلان کی بنی ہوئی چادر تھی' ایک لونڈی کو بدکاری کی بنا پر کوڑے

لگائے۔ اس کے کپڑوں کے نیچے لوہے کی زرہ تھی جو اس کے رشتہ داروں نے پہنا رکھی تھی۔ پھر اسے بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ حد قذف کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے: "قاذف کو اس کے کپڑوں میں کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے جسم سے روئی دار اور چمڑے دار کپڑے اتار لئے جائیں گے۔

(ب) اصولی طور پر مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر کوڑے لگانے چاہئیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے کوڑے لگائے جائیں گے" لیکن اگر مرد کو بٹھا کر کوڑے لگائے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو بٹھا کر کوڑے لگائے تھے۔

(ج) اس کے ہاتھ باندھے نہیں جائیں گے بلکہ کھلے چھوڑ دیئے جائیں گے تاکہ کوڑوں کی ضرب سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ ایک شخص کو شراب پینے پر پکڑ کے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے جلاد سے کہا: "اسے کوڑے لگاؤ اور اس کے ہاتھ چھوڑ دو تاکہ یہ ان کے ذریعہ اپنا بچاؤ کر سکے"۔

(د) کوڑوں کی ضربات کو اس کے پورے جسم پر بکھیر دیا جائے گا لیکن چہرہ اور نازک اعضا مثلاً شرمگاہ وغیرہ ان ضربات سے محفوظ رکھے جائیں گے۔ ایک شخص کو حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا جسے کسی حد میں کوڑے لگنے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر عضو کو اس کا حصہ دیا جائے لیکن چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ لگائے جائیں یہ کسی حد میں لگنے والے کوڑوں کی کیفیت تھی، لیکن اگر تعزیر میں کوڑے لگنے ہوں تو اس کا دار و مدار قاضی یا عدالت کی رائے پر ہے کہ وہ کس طرح کوڑے لگوائے کہ جس کے نتیجے میں مجرم کو جرم سے باز رکھا جا سکے۔

۴۔ وہ جرائم جن پر کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل جرائم پر کوڑوں کی سزا دی جائے گی:۔

شراب نوشی، قذف، غیر محصن کا ارتکاب زنا، ایسے جرائم پر بھی کوڑوں کی سزا دی جائے گی جن کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہ ہو لیکن قاضی یا عدالت کی رائے میں کوڑوں کی یہ سزا مجرم کو جرم سے باز رکھ سکتی ہو۔

جسے کوڑے لگائے جائیں:۔

آزاد کو پوری حد لگائی جائے گی لیکن غلام کے لئے کوڑوں کی سزا آدھی ہو گی مکاتب کو حد میں اسی حساب سے کوڑے لگائے جائیں گے جس قدر اس نے کتابت کی رقم ادا کر دی ہو گی ۔ اگر اس نے کتابت کی آدھی رقم ادا کر دی ہو گی تو اسے آزاد کے آدھے اور غلام کے آدھے کوڑے لگیں گے۔ (۱۸)

ارتکاب جرم کا حکم دینا۔ اس کی سزا:

ہمیں اس سلسلے میں کہ آیا ارتکاب قتل پر مجبور کرنے والے پر بھی قصاص لازم آئے گا یا صرف ارتکاب کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا ' حضرت علی کی رائے کسی روایت سے معلوم نہیں ہو سکی تاہم ہم حضرت علیؓ کے اس فیصلے سے آگاہ ہیں جو آپ نے ایسے شخص کے متعلق دیا تھا جس نے اپنے غلام کو ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور غلام نے اسے قتل بھی کر دیا تھا' آپ نے فرمایا: "غلام اپنے آقا کی تلوار اور کوڑے کی طرح ہے" یعنی آقا اپنی مرضی سے جو کام بھی چاہے اس سے لے سکتا ہے' آپ نے آقا کی گردن اڑانے اور غلام کو قید میں ڈال دینے کا حکم دیا تھا۔ (۱۹)

معالج کے ہاتھوں مریض کی موت واقع ہونا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ طبیب کی غلطی کی ذمہ داری اس پر ڈالتے تھے' اگر کوئی مریض طبیب کی غلطی کی وجہ سے مر جاتا تو آپ طبیب پر اس کی دیت کی ادائیگی لازم کر دیتے ۔ ایک دن آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے طبیبو اے حیوانات کا علاج کرنے والو اور اے پیشہ طبابت اختیار کرنے والو۔ تم میں سے جو بھی کسی انسان یا جانور کا علاج کرے وہ اپنی جان کے چھٹکارے کا راستہ بھی رکھ لے۔ اگر اس نے کسی کا علاج کیا اور اپنے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ رکھی اور مریض یا جانور ہلاک ہو گیا تو اسے اس کا تاوان دینا پڑے گا" (۲۰)

سربراہ حکومت یا حاکم کی جنایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سلطان یا حاکم کو انسانوں میں سے ایک انسان سمجھتے تھے جو اپنے جرم کی پاداش کا اسی طرح سزاوار ہو گا جیسے دوسرے لوگ ہوتے ہیں ۔ اسی طرح وہ بلحاظ عہدہ اپنی اس غلطی کا بھی ذمہ دار ہو گا جس کے اثرات لوگوں تک پہنچتے ہیں ۔ یہ اصول حضرت عمرؓ کے اس واقعے میں پوری طرح ظاہر ہوتا ہے جس میں آپ نے ایک عورت کو جس کی شہرت

اچھی نہیں تھی اور اس کے ہاں لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا' جو آپ کو پسند نہ تھا اپنے پاس بلوایا' لوگوں نے اسے حضرت عمرؓ کے پاس جانے کے لئے کہا وہ گھبرا کر سوچنے لگی کہ خدا خیر کرے' عمرؓ کے ہاں کیوں طلبی ہوئی ہے؟ پھر وہ چل پڑی ۔ ابھی راستے میں تھی کہ ڈر گئی اور اس کا اسقاط ہو گیا' بچے نے دو چیخیں ماریں اور مر گیا حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ بعض نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ آپ (حضرت عمرؓ) پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ خلیفہ کی حیثیت سے آپ کسی کی بھی تادیب کر سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ خاموش رہے ۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے بھی رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اگر ان لوگوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے تو ان کی یہ رائے غلط ہے' اور اگر آپ کی جانبداری کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے تو انہوں نے آپ کی خیر خواہی نہیں کی' میری رائے یہ ہے کہ بچے کی دیت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ نے ہی اسے اپنے پاس آنے کا پیغام بھیج کر خوفزدہ کر دیا تھا اس لئے اس کا اسقاط آپ کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بات تسلیم کرتے ہوئے انہیں اس بچے کی دیت قریش (یعنی حضرت عمرؓ کے جدی رشتہ داروں) سے وصول کرنے کی ہدایت کی۔ اس لئے کہ ان (حضرت عمرؓ) سے غلطی سرزد ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اسقاط ہوا۔ (۲۱)

قصاص لینے کا حق:

ا) قصاص لینے کا حق کسے حاصل ہے؟ قصاص اس شخص کا حق ہے جس پر زیادتی کی گئی ہو' اگر جرم جان لیوا نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو' اگر جرم جان لیوا ہو تو یہ حق اس کے نسبی اور سببی رشتہ داروں کا ہے جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں ۔ اگر قصاص کے حق دار معاف کر دیں تو معافی درست ہوگی اور قصاص ساقط ہو جائے گا۔ ایک ذمی ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور ثبوت بھی مل گیا تھا' حضرت علیؓ نے قاتل کو قتل کر دینے کا حکم بھی دے دیا تھا کہ مقتول کا بھائی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے قاتل کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ قاتل کے رشتہ داروں نے تمہیں ڈرایا دھمکایا تو نہیں ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ قاتل کے قتل ہو جانے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آ سکتا' ان لوگوں نے مجھے معاوضہ دے کر راضی کر لیا ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے معافی کی توثیق کر دی۔ (۲۲)

قصاص جاری کرنے کی شرطیں:

ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قصاص پر عمل درآمد کی جو شرائط روایتوں سے ملی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مجرم یعنی قاتل بالغ اور صاحب اختیار ہو

جس کے خلاف قتل کا جرم ہوا ہو وہ معصوم الدم ہو (یعنی اس کا خون بہانا حرام ہو) اس لئے اس شخص پر قصاص نہیں ہوگا جس کا خون حلال ہو مثلاً بغاوت کرنے والے' اور نہ ہی اس پر قصاص ہوگا جس نے کسی سزائے موت پانے والے کو قتل کردیا ہو۔

قاتل اور مقتول میں آزادی میں یکسانیت ہو' اس لئے اگر آزاد نے غلام یا مکاتب کو قتل کردیا تو اس پر قصاص نہیں اسی طرح دین میں برابری ہو جیسا کہ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے اس لئے کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔

ارتکاب قتل کا یہ جرم عمداً ہو' حضرت علیؓ کا قول ہے: جان بوجھ کر ارتکاب قتل کی سزا ہر صورت میں قصاص ہے" اس لئے اگر کسی شخص نے کسی کی آنکھ جان بوجھ کر پھوڑ دی ہو تو اس میں قصاص واجب ہے۔ حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو طمانچہ رسید کیا جس سے اس کی بینائی جاتی رہی لیکن آنکھ کی پتلی اپنی جگہ قائم رہی۔ اس سے قصاص لینے کا ارادہ ہوا لیکن قصاص لینے والوں کو اس کا طریقہ معلوم نہیں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں طریقہ بتایا' اس کے چہرے پر روئی یا اونی گدی رکھ دی گئی اور اس کا رخ سورج کی طرف کردیا گیا پھر اس کی آنکھوں کے پاس آئینہ لاکر اس کے ذریعے سورج کا عکس اس کی آنکھوں میں ڈالا گیا۔ سورج کی چمک سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں' بینائی جاتی رہی اور آنکھوں کی پتلیاں اپنی جگہ قائم رہیں۔

جس زیادتی ہوئی ہے وہ یا اس کے رشتہ دار معاف نہ کریں۔

جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ حملہ آور نہ ہو کہ اس کے حملے سے بچاو کی صرف ایک صورت ہو کہ اس پر جوابی حملہ کیا جائے یہ جرم کسی ایسے عضو پر نہ ہوا ہو جو پہلے ہی ناکارہ ہو چکا ہو مثلاً مفلوج ہاتھ

قصاص میں مماثلت ممکن ہو، اگر مماثلت ناممکن ہو تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا' اسی بنا پر دماغ کی جھلی تک پہنچنے والا زخم اور اسی طرح کے دوسرے زخموں مثلاً دماغ کو پھاڑ دینے والا زخم اور انتڑیوں تک پہنچنے والے زخم کا کوئی قصاص نہیں کیونکہ ان میں مماثلت ممکن نہیں، لیکن طمانچے کے قصاص کے بارے میں حضرت علیؓ سے صحیح روایت موجود ہے۔ (۲۳) یہ جرم جنین پر اور اس وقت نہ ہوا ہو جب وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہو۔

ارتداد کی سزا:

(الف) اس پر سب کا اجماع ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے' اس کے متعلق حضرت علیؓ سے قولاً و عملاً بہت سی روایتیں منقول ہیں۔

(ب) قتل کی یہ سزا تمام مرتدین پر جاری کی جائے گی' چاہے وہ افراد ہوں یا گروہ۔ حضرت علیؓ نے معقل سلمی کو بنی ناجیہ کی طرف روانہ کیا۔ معقل نے انہیں تین گروہوں میں بٹا ہوا پایا۔ ایک گروہ وہ تھا جو پہلے عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا' دوسرا گروہ عیسائیت پر قائم رہا' اور تیسرا گروہ مسلمان ہونے کے بعد عیسائیت کی طرف لوٹ گیا تھا۔ معقل نے اپنے ساتھیوں کے لئے ایک نشانی مقرر کر دی اور حکم دیا کہ جب تم یہ نشانی دیکھو تو تیسرے گروہ کے لوگوں کو تلواروں پر رکھ لو' جب معقل نے وہ نشانی بلند کی تو اس کے ساتھیوں نے انہیں تلواروں پر رکھ لیا۔ ان کے لڑنے والے مرد قتل ہو گئے ' عورتیں اور بچے گرفتار ہو گئے۔ معقل نے ان گرفتار شدہ عورتوں اور بچوں کو مسقلہ کے ہاتھوں ایک لاکھ میں فروخت کر دیا مسقلہ نے پچاس ہزار نقد ادا کر دیئے اور پچاس ہزار ادھار کر لئے۔ حضرت علیؓ نے اس کی توثیق کر دی۔ پھر مسقلہ بھاگ کر حضرت معاویہ کے پاس چلا گیا۔ حضرت معاویہ نے ان عورتوں اور بچوں کو آزاد کر دیا جس کی حضرت علیؓ نے بھی توثیق کر دی۔ معقل مسقلہ کے گھر گئے وہاں ہر طرف پراگندگی تھی۔ اس کے بعد بھاگے ہوئے لوگ بھی واپس معقل کے پاس آ گئے۔ معقل نے ان سے کہا کہ تمہارا آدمی (مسقلہ) تمہارے دشمن (حضرت معاویہ) کے پاس بھاگ گیا ہے۔ اگر تم اسے پکڑ کر میرے پاس لے آو تو میں تمہیں تمہارا حق دلا دوں گا۔

(ج) اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک مرتد عورت کا قتل جائز نہیں تھا' اس لئے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کو گرفتار تو کیا اور انہیں قتل نہیں کیا۔ ابن

قدامہ نے بھی حضرت علیؓ سے یہی روایت کی ہے کہ مرتد عورت کو قیدی بنا لیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

(و) مرتد کو کس طرح قتل کیا جائے: مرتد کے قتل پر اجماع کے باوجود اس کے قتل کی کیفیت کی تحدید نہیں کی گئی ہے، لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں مرتد کو اس طرح قتل کیا جائے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت بن جائے اور کسی کو ایسا قدم اٹھانے کی جرأت نہ رہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کبھی تو تلوار سے گردن اڑا دینے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے محمد بن ابی بکرؓ کو لکھا کہ مرتدین کی گردنیں اڑا دی جائیں اور کبھی قدموں تلے روندنے اور لات مار مار کر مار ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔ ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ بنو عجلان کا ایک شخص عیسائی ہو گیا، عینہ ابن فرقد سلمی نے حضرت علیؓ کو لکھ بھیجا۔ آپ نے لکھا کہ اسے میرے پاس بھیج دو، یہ شخص گھنے بالوں والا تھا اور اونی کپڑے پہن رکھے تھے جب اسے زنجیروں میں جکڑ کر آپ کے سامنے لا کر ڈال دیا گیا تو آپ نے اس سے طویل گفتگو کی اور وہ چپ رہا، آخر میں اس نے کہا: "مجھے آپ کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ عیسی (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں" اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت علیؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور اسے پاؤں سے روند ڈالا۔ لوگ بھی یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور اسے اپنے قدموں تلے کچل دیا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کی بات سن کر اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی، لوگ بھی شروع ہو گئے یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ابن ابی شیبہ: ابوبکر عبداللہ بن محمد۔ المصنف (طبع: ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)۔ ۲/۲۷۷

۲۔ قلعہ جی: محمد رواس۔ فقہ حضرت علی (اردو) (طبع: ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۲ء)۔ ص ۳۳۔ ۳۴

۳۔ علی المتقی: علاء الدین۔ کنز العمال (طبع: موسسۃ الرسالہ بیروت)۔

۴۔ ابن قدامہ: ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد۔ المغنی (طبع قاہرہ مصر ۱۳۶۷ھ)۔ ۸/۱۰۴

۵۔ فقہ حضرت علی ص: ۱۶۰

۶۔ المغنی ۔ ۸ / ۱۰۶

۷۔ ماوردی: ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب بغدادی الاحکام السلطانیہ (طبع: مطبع محمودیہ تجاریہ قاہرہ مصر) ص: ۵۸

۸۔ ایضاً ص: ۶۰ ' المغنی ۔ ۸ / ۱۱۴

۹۔ ابن کثیر: عماد الدین اسماعیل بن عمر۔ البدایۃ والنھایہ (طبع: مطبع السعادہ قاہرہ مصر ۱۳۵۱ھ) ۔ ۷/۲۳۹

۱۰۔ عبدالرزاق بن ہمام ۔ المصنف (طبع: دار العلم بیروت) ۱۰/۱۲۴

۱۱۔ فقہ حضرت علی۔

۱۲۔ مصنف عبدالرزاق ۔ ۱۰ / ۱۲۴

۱۳۔ المغنی ۔ ۸/۱۱۵

۱۴۔ مصنف عبدالرزاق ۔ ۱۰/۱۲۲

۱۵۔ البدایۃ والنھایہ ۔ ۷/۲۴۵

۱۶۔ المغنی ۔ ۸/۱۱۸

۱۷۔ البدایۃ والنھایہ ۔ ۷/ ۲۴۵

۱۸۔ مصنف عبدالرزاق ۔ ۷/ ۳۷۴ ' ۳۷۵ ' ۳۷۰۔

۱۹۔ المغنی ۔ ۸/ ۷۵۷ ' ۷۸۲

۲۰۔ مصنف عبدالرزاق ۔ ۹/۴۷۱

۲۱۔ ایضاً ۔ ۹/۴۵۸ ' المغنی ۔ ۷/۷۸۱

۲۲۔ فقہ حضرت علی

۲۳۔ مصنف عبدالرزاق ۔ ۹/۳۲۸ ' المغنی ۔ ۷/ ۷۱۵ ' ۷۲۷۔